معاصر مدعیان تصوف کے مسائل اور انکا حل، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Challenges of Contemporary Claimants of Sufism and Their Solutions in the Light of the Seerah of Holy Prophet (PBUH)

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.15737149

**Dr. Nazir Ahmad Bhutta*
***Dr. Muhammad Ayaz*

Abstract:

Sufism, which is fundamentally based on self-purification, spiritual training, and closeness to Allah, faces various challenges in the modern era. Some contemporary claimants of Sufism have deviated from its true essence, incorporating innovations, extremism, materialistic motives, and un-Islamic rituals. Consequently, misconceptions have arisen among the masses, causing Sufism to lose its original effectiveness and purpose. In the light of the Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ, solutions to these issues can be found, demonstrating that true Sufism aligns strictly with the teachings of the Quran and Sunnah. The life of the Prophet ﷺ exemplified piety, sincerity, moderation, and exemplary moral conduct. He emphasized spiritual development within the framework of Islamic teachings and never encouraged exaggeration or the adoption of un-Islamic practices. This research will explore how contemporary claimants of Sufism can seek guidance from the Prophet's ﷺ Seerah to realign themselves with authentic Sufi principles. Furthermore, it will analyze possible reforms, such as adherence to the Quran and Hadith, moral and spiritual purification, and rejecting innovations. By doing so, this study aims to restore modern Sufism to its true essence, ensuring its alignment with the fundamental teachings of Islam.

Keywords: *Sufism, Self-purification, Contemporary Issues, Quran, Seerah*

تعارف۔

تصوف کی لغوی بحث میں ماہرین لسانیات و محققین کا ہر دور میں اختلاف رہا ہے چونکہ قرآن و حدیث میں یہ لفظ موجود نہیں اور عربی زبان کی قدیم لغات میں صوفی اور تصوف لفظ کا وجود نہیں اس لیے ہر دور کے علما اور محققین اس بارے میں مختلف آراء اور خیالات ظاہر کرتے رہے۔

**Lecturer, Islamabad Model Postgraduate College H8, Islamabad*
***Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Ghazi University, Dera Ghazi Khan*

سید ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری فرماتے ہیں:

قوم فی الجاھلیة یقال لھم صوفه انقطوا الی اللہ عزوجل وقطنواالکعبه فمن تشبه بھم فھم الصوفیة[1]،

"جاہلیت میں صوفہ کے نام سے ایک قوم تھی جو اللہ تعالی کے لیے یکسو ہو گئی تھی اور جس نے خانہ کعبہ کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر لیا تھا پس جن لوگوں نے ان سے مشابہت اختیار کی وہ صوفیہ کہلائے"

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری کے نزدیک تصوف "صفوۃ" سے بنا ہے جس کے معنی بزرگی کے ہیں اس لفظ کو بہترین اور خالص کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام موصوف کے بیان کے مطابق ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ذھب صفوالدنیا و بقی الکدر فالموت الیوم تحفة لکل مسلم2

"دنیا کی صفائی جاتی رہی اور کدورت باقی رہی پس موت آج ہر مسلمان کے لیے تحفہ ہے"

امام قشیری رحمۃاللہ علیہ کے بقول چونکہ اس جماعت کے لوگ خدااور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالص تعلق پر زور دیتے ہیں اس لیے یہ صوفیہ کہلائے اور یہ جماعت اسی نام سے مشہور ہوئی۔امام قشیری کا کہنا ہے کہ عربی زبان کے قیاس اور قاعدۂ اشتقاق سے اس نام کی تائید نہیں ہوتی اس لیے لگتا ہے کہ یہ لقب کے طور پر مشہور ہوا۔

ایک طبقہ کی رائے ہے کہ صوفی "صفا" سے مشتق ہے اور صوفیہ کی ایک بڑی جماعت اس رائے کی قائل ہے چنانچہ شیخ بشر بن الحارث الحافی رحمۃاللہ علیہ کا قول ہے کہ: الصوفی من صفا قلبه للہ[3]

"صوفی وہ ہے جس نے اللہ کے لیے اپنے دل کو صاف کیا"

سید ابوالحسن علی بن عثمان الہجویری، شیخ زکریا انصاری، شیخ عبدالقادر جیلانی اور بہت سے دوسرے اکابر صوفیا اسی نظریہ سے متفق ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول ہے: صوفی "فوعل" کے وزن پر ہے اور یہ مصافاۃ سے ماخوذ ہے یعنی وہ بندہ جسے حق تعالیٰ عزوجل نے صاف کیا۔

معتبر محققین اور بالغ نظر ناقدین کی تحقیقات کے بعد یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ تصوف اسلام کے اندر کوئی جدید یا گمراہ مسلک نہیں بلکہ عین اسلام وایمان ہے-اس کے نظریات وافکار، مبادیات ومسائل کا سرچشمہ کتاب وسنت ہیں، جس کی تائید اکابر صوفیہ کے مستند اقوال سے بھی ہوتی ہے، اجلہ مشائخ نے اس بات کی صراحت فرمادی ہے کہ صوفی کی کامیابی کے لیے اول شرط یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کے ارشادات پر عمل پیرا ہو، چنانچہ جنید بغداد ارشاد فرماتے ہیں:

این راہ کس یابد کہ کتاب بردست راست گرفتہ باشدوسنت مصطفی بر دست چپ-درروشنائی
این دوشمع می رود تانہ درمغاک شبہت افتدنہ درظلمت بدعت4

"یہ راہ وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن مقدس اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفی ﷺ ہو اور ان دونوں چراغوں کی روشنی میں قدم بڑھاتا رہے تاکہ ورطۂ شبہات میں نہ گرے اور بدعت کی تاریکی میں نہ پھنسے"

صوفیہ ومشائخ کے عقائد وافکار میں ایسا کوئی فساد نظر نہیں آتا جو شرک وبدعت کو پنپنے کا موقع دے-ان کا کوئی بھی طریقہ کتاب وسنت سے ہٹ کر نہیں،ان کی کوئی بھی فکر دین کے بنیادی اصولوں سے منحرف نہیں- شیخ جنید بغدادی کا ارشاد ہے

بنا ء طریقتنا و اساسہا علی الکتاب والسنۃ وکل ما ہو مخالف للکتاب والسنۃ فہو مردود باطل.5

"ہمارے طریقے کی بنیاد واساس کتاب وسنت پر ہے اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہو وہ مردود و باطل"

واضح رہے کہ تصوف وہی ہے جسے حدیث میں ''احسان'' کہا گیا ہے- غیر شرعی رسوم اور کسی فسق وفجور کا نام تصوف نہیں ہے خلاف سنت وشریعت رسم ورواج کو طریقت نہیں کہا جاتا بلکہ مشائخ کا طریقہ رہا ہے کہ وہ خلافِ سنت عمل کو قابل ترک ہی نہیں بلکہ مردود سمجھتے تھے- صوفیہ وہی حضرات ہیں جو کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، کیونکہ شریعت کے خلاف کوئی بھی عمل تصوف نہیں ہو سکتا۔ بعض دنیادار ومکار، فسق وفجور میں گرفتار، نام نہاد مدعیان تصوف کو دیکھ کر، ان کے کردار وعمل کو دلیل بنا کر صوفیہ جیسی مخلص جماعت پر لعن طعن کرنا دانش مندی نہیں بلکہ سخت محرومی اور بے ادبی ہے—

تصوف دین کا وہ شعبہ ہے جس کا موضوع یا میدان تزکیہ قلب ہے اور دل کا صاف ہو جانا ہی ہر نیکی کی بنیاد ہے۔اور ہر برائی سے دور رہنے کا دوسرا نام ہے۔اس سے یہ بات باخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ تصوف کوئی غیر اسلامی چیز نہیں بلکہ دین کا مقصود اصلی ہے۔ میدان تصوف کے ماہرین صوفیا کہلاتے ہیں جو اصل دین کے سفیر اور امین ہوتے ہیں وہ نفرتوں سے محفوظ اور حقیقت دین کے امین ہوتے ہیں۔دین کی دعوت خاص کر برصغیر پاک وہند میں انہیں زوات قدسیہ کے وجود مسعود سے پھیلی یا ان سے اکتساب فیض کرنے والے ان سعادت مندوں کے امین بنے۔

وہ لوگ جو صوفیا سے دور رہے وہ مباحثہ، مناظرہ اور دوسروں کو لاجواب کرنے میں جتنے بھی ماہر تھے انہوں نے دین کے متعلق مختلف طریقوں سے شک تو پیدا کیا لیکن وہ کسی بے یقین کو یقین کی دولت نہ دے سکے۔ کسی فرد کو تضرع، عبد اور رجوع ال اللہ کی دولت نہ دے سکے۔ان کی کاوشوں کا حاصل علمی برتری ثابت کرنا اور مخاطب کو لاجواب کرنا تو ضرور تھا

لیکن وہ کسی اجڑے ہوئے دل کو گلشن توحید سے آباد نہ کر سکے اور یقین سے محروم کسی شخص کو صاحب یقین نہ بنا سکے۔ جن لوگوں نے یقین کی دولت بانٹی ہے، مخلوق کے سینوں کو نور توحید سے منور کیا ہے وہ یا اصحاب تصوف تھے یا ان سے اکتساب فیض کرنے والے۔ حضرت عیسی علیہ السلام کی ایک مشہور تمثیل یہی لوگ زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ ہیں۔ عصر حاضر میں تصوف تقریباً رسوم و روایات اور خرافات کا نام بن کر رہ گیا ہے الا ماشاءاللہ۔ صوفیہ کرام نے عاجزی، انکساری اور منکسر المزاجی کو ترجیح دی تو آج کے مدعیان تصوف دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا پیدائش حق سمجھنے لگے ہیں۔ اگر کوئی شخص حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تو صوفیائے کرام انتہائی سادگی سے کسی اور کے مرید ہونے کی تلقین کرتے اور اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتے تھے لیکن آج کے مدعیان تصوف مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لیے مختلف اسکیمات کا استعمال کر رہے ہیں۔ صوفیائے کرام کے حلقہ ارادت میں جو شخص داخل ہو جاتا اس کے گفتار، رفتار الغرض پورے کردار میں فوری طور پر نمایاں تبدیلیاں آنی شروع ہو جاتیں لیکن آج ایک مرید اپنی پوری زندگی گزار دیتا ہے لیکن اس کے کردار میں رمق برابر تبدیلی بھی نہیں آتی۔ البتہ نام نہاد صوفی کے معاشی حالات ضرور سدھر جاتے ہیں۔ صوفیا وہی حضرات ہیں جو کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، کیونکہ شریعت کے خلاف کوئی بھی عمل تصوف نہیں ہو سکتا۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ حالات تبدیل ہو گئے عموماً صورتحال یہ بن گئی کہ انہیں صوفیہ کرام کی مسندوں پر ایسے لوگ براجمان ہو گئے جو تھے تو اپنی خواہشات کے پجاری اور مفاد پرستی کے رسیا لیکن انہوں نے اپنے آپ کو اہل تصوف کے روپ میں پیش کیا۔ وہ کرتے تو خواہش پرستی تھے لیکن ظاہر یہی کرتے تھے کہ یہ بھی تصوف کا ہی کوئی مظہر ہے۔ نتیجہ یہ نکلا وہی خانقاہیں جہاں سے بے یقینوں کو یقین اور ایمان سے محروم لوگوں کو ایمان کی دولت ملتی تھی وہی اسلام پر طعن و تشنیع کے دروازے کھولنے لگے اور مسند ارشاد پر بیٹھے نور بانٹنے کی بجائے ظلمتیں بانٹنے لگے اور خدا پرستی کا درس دینے والے اپنی ذات میں وفائیں سکھانے لگے اور صورت حال دگرگوں سے دگرگوں ہوتی گئی۔

محبت کی دنیا میں نسبتوں کا احترام محتاج بیان نہیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے ان کے پاک باز اباؤ اجداد کی وجہ سے اہل ایمان ان سے اپنی محبتوں کا اظہار کرتے رہے اور ان پر اپنی عقیدتیں نچھاور کرتے رہے لیکن ان لوگوں نے اس چیز کا بہت غلط فائدہ اٹھایا۔ وہ تصوف کے نام پر خواہشات نفس کی تکمیل کرتے رہے۔ دین کے لیے ملنے والا پیسہ ذاتی تعیش پر برباد کرتے رہے اور اپنی نفسانی خواہشات کو تقدس کا روپ دیتے رہے اس طرح نہ صرف وہ اپنے اباواجداد سے بے وفائی کرتے رہے بلکہ ان کے یہ رویے ان کے اباواجداد پر بھی انگلیاں اٹھانے کا ذریعہ بنے اور اسلام پر طعن کا دروازہ کھلنے کا بھی۔ یہ لوگ راہ تصوف سے کوسوں دور تھے لیکن تصوف کے مدعی ضرور تھے اور ایسے لوگ کل بھی اور آج بھی اپنے

آپ کو اس روپ میں پیش کرتے ہیں کہ یہی لوگ شاہ جیلاں، خواجہ اجمیر اور داتا ہجویری کے حقیقی جانشین ہیں۔ اگرچہ ان کے رویے ان کے لیے جتنے بھی باعث ننگ وعار ہوں۔

ایسے لوگ اپنے آپ کو جس بھی تقدس مآب رنگ میں پیش کریں اور ان کے ماننے والے ان کی توقعات سے بڑھ کر ان کا جتنا بھی احترام کرتے رہیں لیکن یہ حقیقت مسلمہ ہے اور رہے گی کہ ایسے لوگ صوفیا کرام کی بدنامی کا باعث ہیں اور تصوف کے نام پر نفسانی خواہشات کی تکمیل میں مگن ہیں۔ ایسے لوگ گمراہی کی ان تمام صورتوں سے بچ جاتے اگر وہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو رہبر ورہنما بنالیتے۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں ان لوگوں کے تمام مسائل کا حل بھی آخر حد تک موجود ہے۔ معاصر مدعیان تصوف کے مسائل کیا ہیں اور سیرت طیبہ میں ان کا کیا حل بیان کیا گیا ہے اس کے بنیادی نکات اس تحقیقی مقالہ کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔

1۔ غیر مشروط اطاعت کا مسئلہ اور اس کا حل۔

کوئی شخص بھی شوق سے غلط راستے کا انتخاب نہیں کرتا اس کی غلط سوچ اسے اس ڈگر پر ڈال دیتی ہے۔ ارادہ جتنا بھی اچھا ہو گناہ، گناہ ہی رہتا ہے کیونکہ معاصی میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ معاصر مدعیان تصوف کا ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایک ایسا کام کرتے ہیں جو شریعت کے صریح خلاف ہوتا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ کام اس لیے کرتے ہیں کہ ہمارے فلاں بزرگ اس طرح کیا کرتے تھے۔ مثلا علم کا ذکر حقارت سے کریں گے اور اس کی صداقت پر دلیل یہ دیں گے کہ ہمارے فلاں بزرگ یوں کہا کرتے تھے، یا نماز نہیں پڑھیں گے اور کہیں گے کہ فلاں بزرگ اس طرح کیا کرتے تھے. یہاں پہلی اصولی بات تو یہ ہے کہ جو شریعت اسلامیہ کی تحقیر کرے وہ بزرگ نہیں ہوتا دشمن ہی ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ واضح فرمایا گیا کہ غیر مشروط اطاعت صرف اللہ تعالی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس چیز کا ثبوت سنت نبوی سے ہوتا ہو اس کی مخالفت گمراہی ہے اور صرف گمراہی.. سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی اطاعت بھی غیر مشروط نہیں۔ ہر وہ چیز مردود ہو گی جو اللہ تعالی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے خلاف ہو گی.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تركت فيكم امرين لن تضلو ما تمسكتم بهما كتاب الله و سنة نبيه6

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک انہیں پکڑے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔"

اس سے واضح ہے کہ ہدایت کا راستہ کتاب الہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے ان کے مقابلے میں ہر راستہ

ومشرب لادینی اور گمراہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ7

"بے شک بہترین کلام کتاب الہی ہے اور بہترین ہدایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور بدترین کام وہ ہیں جو دین میں نئی باتیں نکال لی جائیں اور کتاب وسنت کے مقابلے میں ہر بدعت گمراہی ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ جو آپ کی اطاعت کو لازم پکڑے گا وہی جنت میں جائے گا اور جو آپ ﷺ کی اطاعت سے انحراف کرے گا وہ بظاہر جتنی بھی مشقتیں اٹھائے اور جتنی بھی ریاضتیں کرے دوزخ میں جائے گا کیونکہ اس نے وہ رستہ ہی نہیں اختیار کیا جو جنت کا راستہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قیل من ابی قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابیٰ8

"میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جو انکار کرے آپ ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ انکار کرنے والا کون ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا"

اس حقیقت کو ایک اور اسلوب سے بھی واضح فرمایا گیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الدار الجنۃ والداعی محمد فمن اطاع محمد ا فقد اطاع اللہ ومن عصیٰ محمدا فقد عصی اللہ و محمد فرق بین الناس9

"وہ گھر جنت ہے اور وہ داعی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی لوگوں کے درمیان فرق کو امتیاز کی کسوٹی ہے"

اس سے واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی حق و باطل کے درمیان امتیاز ہے آپ ﷺ کی اطاعت کرنے والے کامیاب اور نہ کرنے والے خائب وخاسر ہونے والے ہیں۔ حضرت موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور جس ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اس کی حالت اس شخص جیسی ہے جو کہ کسی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے میری قوم میں نے اپنی ان دونوں انکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں تو جلدی جلدی کرو۔ اپنے بچاؤ کا سامان کرو۔ اس کی یہ

بات سن کر قوم کے گروہ نے اس کی اطاعت کی اور بڑے اطمینان سے اسی وقت رات کو چل پڑے اور اس لشکر کی لوٹ مار سے محفوظ ہو گئے اور دوسرے گروہ نے اس کی بات کو جھٹلا دیا اور وہ اپنے گھروں میں ہی ٹھہرے رہے یہاں تک کہ اس لشکر نے اعلی الصبح ان پر حملہ کر دیا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ فذالک مثل من اطاعنی فاتبع ما جئت به ومثل من عصانی وکذب ما جئت به من الحق10

"پس یہی حالت اس شخص کی ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے ایا ہوں اس کی اتباع کی اور ایسی ہی کیفیت اس شخص کی ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو کچھ میں لے ایا ہوں اس کی تکذیب تھی"

مراد یہ ہے کہ جیسے اس شخص کی بات ماننے والے لشکر کی لوٹ مار سے محفوظ ہو گئے اور نہ ماننے والے تباہ و برباد ہو گئے ایسے ہی جو بھی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا نجات پائے گا اور جو آپ ﷺ کی سنت کو چھوڑے گا تباہ و برباد ہو جائے گا بے شک وہ خوش فہمیوں کے جتنے بھی محل تعمیر کیے بیٹھا رہے۔

معاصر مدعیان تصوف کا یہ مسئلہ بہت بنیادی ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذعومہ بزرگ کی پیروی میں ایسے کاموں کو ترک کر دیتے ہیں جن کا سنت سے ثابت ہونا ایک مسلمہ چیز ہوتی ہے اور بہت سے ایسے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں جن کے خلاف سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ مثلا کوئی غیر محرم عورتوں سے اپنے پاؤں دبوائے گا یا بے پردہ غیر محرم عورتوں سے ملے گا اور کہے گا کہ یہ فلاں بزرگ بھی کیا کرتے تھے۔ کوئی نماز یا جماعت ترک کرے گا اور ایسی ہی دلیل لائے گا۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے تمام مسائل کا حل یہ واضح ہوتا ہے کہ غیر مشروط اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے ان کے مقابلے میں کسی کی پیروی کرنا گمراہی اور دین سے دوری ہے۔ یہ جان لینا چاہیے کہ فلاں بزرگ ایسا کیا کرتے یا کہا کرتے تھے وہ دین کی اصل نہیں ہے بلکہ دین کی اصل اور اس کا حسن سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں ہے۔ اور یہی دنیا و آخرت کی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ .

2۔ معاصر مدعیان تصوف کی توجہات کا مرکز محکمات ہوں نہ کہ متشابہات

اکثر معاصر مدعیان تصوف کا ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ انہیں دین کے ضروری اور بنیادی مسائل تو معلوم نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں اپنی بے علمی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنے ساری توجہات ایسی چیزوں پر مرکوز کر دیتے ہیں نہ صرف یہ کہ جن کا جاننا دین میں ضروری نہیں ہوتا بلکہ اکثر وہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ یہی طرز فکر ان کی شعوری یا غیر شعوری باطنیت کو تسکین دیتی ہے۔ مثلا انہیں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نصائح و عبر سے کوئی واسطہ نہیں ہو گا لیکن وہ یہ چیز جاننے میں بہت محنت کرتے ہیں کہ براق کا رنگ کیسا تھا؟ اور رف رف کی جسامت کیا تھی؟ وغیرہ۔ نماز کے فرائض و واجبات تو معلوم نہیں ہوں گے البتہ وہ وحدت الوجود اور وحدت الشھود پر ضرور کلام کریں گے، انہیں

سورہ فاتحہ کا ترجمہ تو شاید نہ آئے البتہ وہ اس علم کی نوعیت جاننے کی ضرور کوشش کریں گے جو چین میں پایا جاتا تھا جس کی طرف ایک روایت میں اشارہ کیا گیا کہ علم حاصل کروا گرچہ تمہیں چین جانا پڑے۔ انہیں غزوہ بدر کی اہمیت کے متعلق کچھ معلوم ہو یا نہ ہو وہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی کے قد پر ضرور بحث کریں گے۔ انہیں ماضی کی گردان آئے یا نہ آئے وہ ا لاستـو ا کی نوعیت اور اللہ تعالی کے آنے اور جانے کی صورت ضرور متعین کرنا چاہیں گے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے کہ ان کا یہ طرز عمل حقیقت سے محرومی اور دین بیزاری کی دلیل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب علم کو ہر مرد و عورت پر فرض قرار دیا ہے۔ اس کا مآل یہ ہے کہ انسان پر اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے جس کی اسے اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے میں ضرورت پڑتی ہے۔ ایسے علم کو چھوڑ کر غیر ضروری باتوں اور متشابہات کے پیچھے پڑے رہنا سنت نبوی سے انحراف پر دلالت کرتا ہے۔ سیرت نبوی کا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو جس چیز کا مکلف نہیں کیا انسان کو اس کا تتبع کر کے خوامخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہیے۔

ذات باری تعالی کے بارے میں متشابہات تو در کنار حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تو ان مسائل میں بحث کرنے سے بھی منع فرما دیا جو عام انسانی فہم سے ماوراہیں، جن کا جاننا انسان پر لازم بھی نہیں کیا گیا اور ان میں بحث کا نتیجہ سوائے تذبذب کے اور کچھ نہیں نکلتا مثلاً مسئلہ تقدیر پر ایمان تو ضروری ہے لیکن اس کی تفصیلات میں بحث کرنا سوائے تشکیک اور موشگافیوں کے کچھ نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بحث کرنے سے بھی بڑی شدت سے منع فرما دیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے

ونحن تنازع فی القدر فغضب حتیٰ احمر وجهه حتی كانما فقئ فی جنتيه حب الرمان فقال ابهذا ارسلت اليكم انما هلک من كان قبلكم حين تنازعوا فی هذا المر عزمت عليكم ،عزمت عليكم لا تنزعوا فيه11

"ہم مسئلہ تقدیر میں بحث کر رہے تھے تو آپ ﷺ سخت غصے میں آ گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا روح زیبہ اس طرح سرخ ہو گیا جیسے آپ ﷺ کے دونوں رخساروں پر انار نچوڑ دیے گئے ہوں۔ آپ ﷺ فرمانے لگے کیا تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا مجھے اس لیے تمہارے پاس مبعوث کیا گیا ہے؟ تم سے پہلے لوگ صرف اسی لیے ہلاک ہوئے جب انہوں نے تقدیر میں جھگڑنا شروع کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ نہ کیا کرو"

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پہلو سے پہلی بات تو یہ واضح ہوتی ہے کہ بحث و مباحثہ اس چیز میں کرنا چاہیے جو دین کا مطلوب ہو دیگر باتوں میں وقت ضائع کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے یہ حقیقت حدیث سے واضح

ہے۔ دوسری بات یہ اگرچہ تقدیر کا مسئلہ ایمانیات میں سے ہے لیکن چونکہ اس کی تمام جزئیات عام انسانی فہم سے ماورا ہیں اور انسان کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرتی ہیں، اس لیے اس میں بحث کرنے سے منع کر دیا گیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی توجہات اور بحث کا مرکز محکمات کو بنانا چاہیے نہ کہ متشابہات کو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڝ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ 12

"وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں 7 وہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیروی کرتے ہیں (صرف) ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں قرآن سے (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے اور نہیں جانتا اس کے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقل مند"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اذا رائیتم الذین یتبعون ما تشابه منه فاولئک الذین سمی الله فاحذروهم13

"جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآنی آیات میں سے متشابہات میں الجھے ہوئے ہیں تو یہی ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالی نے کجرو قرار دیا ہے پس تم ان سے بچو"

مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات محکم ہیں جن کا مقصود واضح ہے اور ان کی مراد میں کوئی ابہام نہیں اور یہی اصل کتاب ہے اور بعض آیات متشابہ ہیں جن کا معنی اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے اور کامل علم والے ان کے مطالب اللہ تعالی کے سپرد کر دیتے ہیں اور ان کا کوئی ایسا مطلب یا تاویل متعین نہیں کرتے جو محکمات کے خلاف ہو۔ لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات میں ہی الجھے رہتے ہیں اور ایسے لوگ ہی کجروی اختیار کرنے والے ہیں اور ان کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہوتے ہیں۔ اہل ایمان کو ان سے بچنا چاہیے ورنہ ایسے لوگوں کی مجالست ان کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دے گی۔ ایسے ہی لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مقام پر وضاحت فرمائی:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونک من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم و ایاهم لایضلونکمولا یفتنون14

"کہ آخر زمانے میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دجال ہوں گے اور کذاب ہوں گے وہ تمہارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے اباواجداد نے پس تم اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے دور رکھنا اور ان لوگوں کو اپنے آپ سے دور رکھنا تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنوں میں مبتلا نہ کردیں"

یہاں الاحادیث سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی ہوسکتی ہیں اور عام لوگوں کی باتیں بھی۔ معاصر مدعیان تصوف کی موشگافیاں

وضعی روایات اور خودساختہ باتوں پر ہی مبنی ہوتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی لوگوں سے دور رہنے کی تلقین فرمائی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے یعنی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مکرو تلبیس کی نیت سے علماء ومشائخ وصلحا اور اہل نصیحت وصلاح کی صورت میں آئیں گے تاکہ اپنے جھوٹ کو رواج دیں اور باطل مذہب اور غلط آرائی کی دعوت دیں[15]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات میں سب کے لیے اور بالخصوص معاصر مدعیان تصوف کے لیے یہ رہنمائی موجود ہے کہ وہ محکمات کی پیروی کریں، واضح احکام کو اپنی توجہات کا مرکز بنائیں، موشگافیوں اور متشابہات کے پیچھے پڑنے سے بچیں، ورنہ وہ اپنے آپ کو بہت سے مسائل میں الجھالیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

3-معاصر مدعیان تصوف پیروی ذوق کی کریں یا حکم کی

مدعیان تصوف کا ایک اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے ذوق کی کی پیروی کو حکم کی پیروی پر ترجیح دے دیتے ہیں اور اس طرح بہت سے ایسے امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں جو شریعت میں منع ہوتے ہیں۔ بالخصوص اپنے مقدسات کے متعلق ایسے رویے اپنالیتے ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ لوگ کچھ بھی کہتے رہیں مجھے پرواہ نہیں۔ میں اس کام کو یوں ہی کروں گا کیونکہ میرا ذوق یہی کہتا ہے۔

سوال یہ نہیں ہے کہ کس کا ذوق کیا کہتا ہے سوال یہ ہے کہ کیا ذوق شریعت کے مقابل تو نہیں؟ اگر ذوق شیخ کو سجدہ کرنے پر ابھارے یا کسی غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینے پر برانگیختہ کرے یا حب اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آڑ میں کسی صحابی کی توہین کا متقاضی ہو یا حب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام پر اہل بیت کی توہین پر مجبور کرے یا اس کا اظہار اختلاط مردوزن کی صورت میں ہو تو کیا اس صورت میں ذوق کی بات مانی جائے گی یا حکم الٰہی

کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے گا؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ انسان صرف عمومی حالات میں ہی اللہ تعالی کا بندہ ہوتا ہے جیسے عمومی حالات میں وہ اللہ تعالی کے سامنے جھکتا ہے ایسے ہی اس کی جذباتی اور ذوقی کیفیات بھی حکم الہی کے سامنے جھکی رہنی چاہیے۔

علامہ اقبال رحمۃاللہ علیہ نے سیدہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہ کو خرید خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ میرا جی تو چاہتا ہے کہ میں آپ کی مرقد منور کا طواف کروں اور اس پر اپنے سجدے نچھاور کردوں لیکن۔

رشتہ آئین حق زنجیر پا است

پاس فرمان جناب مصطفی است

لیکن مجھے قانون شریعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس سے روکتا ہے۔

اسی کو کہتے ہیں ذوق کو حکم کے تابع کرنا ہے کہ اگر سیدہ زہراؓ کی مرقد منور کا طواف خلاف شریعت ہے تو کوئی اور اپنے کسی بزرگ کے متعلق اسے کیسے جائز قرار دے سکتا ہے۔

مدعیان تصوف کے اس مسئلے کا مکمل حل بھی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد اسالیب سے اس حقیقت کو آخری حد تک واضح فرمادیا کہ پیروی حکم الٰہی کی کرنی ہے اپنے کسی مخصوص ذوق کی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تین آدمی ازواج مطہرات کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے تاکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و ریاضت کے احوال معلوم کریں۔ جب انہیں اس معاملے میں بتایا گیا تو انہوں نے اپنی عبادت کو بہت کم خیال کیا پھر وہ کہنے لگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہماری حیثیت ہی کیا ہے۔ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی اگلی پچھلی تمام امکانی فرو گزارشتیں بھی معاف فرمادی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں پوری رات نوافل ہی پڑھتا رہوں گا دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا یعنی میرا کوئی دن بغیر روزے کے نہیں ہوگا اور تیسرے نے کہا: میں کبھی بھی عورتوں کے قریب نہیں جاؤں گا اور نکاح نہیں کروں گا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان لوگوں کے ان عزائم کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا۔

انتم الذین قلتم کذا و کذا اما واللہ انی لا خشاکم اللہ واتقاکم لہ ولکنی اصوم و افطر اصلی و ارقدوا تزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی16

"تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے یہ باتیں کی ہیں۔ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالی سے ڈرنے والا ہوں اور میں تم

سب سے بڑھ کر صاحب تقویٰ ہوں۔ میں روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ میں رات کو نوافل بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں تو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے"

ان لوگوں کا ارادہ بہت ہی نیک تھا ان کی نیت بہت اچھی اور ان کا مقصود رضائے الٰہی ہی تھا لیکن ان کا یہ رویہ کسی حکم کی تعمیل میں نہیں تھا بلکہ اپنے مخصوص ذوق کے تحت تھا تو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پہلو سے واضح ہو گیا کہ ایمان کا کمال تعمیلِ حکم ہے ،اپنے ذوق کی پیروی نہیں۔ ورنہ انسان بے حد عبادات اور ریاضتیں کرنے کے باوجود دولت ایمان سے محروم ہو تا جاتا ہے۔

عبادت زیادہ مشقتیں اٹھانے کا نام نہیں ہے بلکہ احکام الٰہی کی تعمیل کا نام ہے۔ حکم الٰہی کی تعمیل میں پورا دن روزہ رکھنا عبادت ہے اور جب شام کو کھولنے کا حکم ہو تو کھولنا عبادت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا۔ پھر اس میں نرمی کر دی تو کچھ لوگوں نے اس نرمی اور رخصت کو ذوق عبادت کے شایان شان نہ سمجھا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ جب ان لوگوں کی بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بجالانے کے بعد فرمایا۔

ما بال اقوام یتنزھون عن شئ اصنعه فوالله انی لا علمهم بالله واشدهم له خشية17

"ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اس کام سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں جو میں نے کیا۔ خدا کی قسم میں ان سب سے زیادہ ذات الٰہی سے واقف ہوں اور مجھے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہے"

ابو قرار السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بارگاہ نبوت میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور وضو فرمایا۔ بعد میں ہم نے بچے ہوئے پانی کو پینا شروع کر دیا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

ما حملکم علی ما صنعتم قلنا حب الله ورسوله قال فان احببتم ان یحبکم الله و رسوله فادوااذا ائتمنتم و صدقوا اذا حدثتم و احسنوا جوارمن جاورکم18

"تمہیں ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟ تو ہم نے عرض کی کہ ہم نے یہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تم سے محبت کریں تو جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے پورا پورا ادا کرو اور جب بات کرو تو سچ بولو اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو"

واضح رہے کہ اس حدیث مبارکہ کا مقصود تبرکات کی اہمیت کا انکار نہیں ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرما دیتے اور محبت کی دنیا میں تبرکات کی اہمیت میں کوئی اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔

امت ہمیشہ تبرکات کی اہمیت کے قائل رہی اور ان سے اپنے جذبات محبت کی تسکین کا سامان کرتی رہی۔ اس حدیث مبارکہ کا مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اگر احکامات کی تعمیل نہ کی جائے اور صرف ذوقی قسم کے کام کیے جائیں تو ایسے کام اپنی اہمیت کھو دیتے ہیں۔

مدعیان تصوف اگر سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پہلو کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ بندہ مومن کا کمال حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ حکم کو پس پشت ڈال کر اپنے ذوق کی پیروی نہ صرف یہ کہ کوئی کمال نہیں بلکہ سیرت نبوی سے انحراف کے زمرہ میں آتی ہے تو ان کی خوش فہمیوں کے بہت سے محل دھڑام سے زمین بوس ہو جائیں گے اور ان کی زندگی میں پیدا ہونے والے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ ذوق کو دین سمجھنے کی فکر ختم ہو جائے گی اور انہیں دین کی حقیقی حلاوتیں نصیب ہوں گی اور ان کا دین ذوقی نہیں رہے گا حقیقت پر مبنی ہو جائے گا۔

4۔ خدائی اختیارات صرف اللہ تعالی کو ہی زیبا ہیں

مدعیان تصوف کا ایک مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اعتقادی طور پر نہ سہی عملی طور پر سہی اپنی مقدس شخصیات کو خدائی اختیارات سونپ دیتے ہیں۔ انسان کو اس مقام پر فائز کر دینا اس قدر بھیانک، گمراہ کن اور خطرناک رویہ ہے کہ جس سے نہ صرف سونپنے والا تباہ و برباد ہو جاتا ہے بلکہ جسے سونپا جائے وہ بھی تکبر اور رعونت کا پیکر بن جاتا ہے اور یہی رویہ اس کی تباہی و بربادی کا سامان کرتا ہے۔

تصوف تو انکساری اور عاجزی کی تعلیم دیتا ہے لیکن مدعیان تصوف اسی روپ میں خدائی روپ دھار کے بیٹھ جاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اپنے آپ کو سجدے بھی کرواتے ہیں یا انہیں اس طرح قابل اطاعت سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ جو کہیں اسے ہر حال میں مانا جاتا ہے وہ خدائی احکامات کے مطابق ہو یا مخالف۔

کسی کو خدائی اختیارات سونپنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی خدائی کا اعلان کر دیا جائے بلکہ اس کی غیر مشروط اطاعت کرنا اور اسے حلت و حرمت کا اختیار سونپ دینا دراصل اسے خدائے منصب پر فائض کرنے کا ہی دوسرا نام ہے۔ بہت سے ہوس پرست انسان ایسے ہیں جو تصوف کے نام پر غیر محرم عورتوں سے بغیر پردے کے میل ملاپ کرتے ہیں اور معانقہ تک سے گریز نہیں کرتے، بعض نماز اور داڑھی کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ کیا جو لوگ شریعت کے صریح احکامات کے خلاف ان کی بات مانتے ہیں وہ انہیں خدائی اختیارات نہیں دے رہے؟

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل واضح ہے کہ جو بھی بندہ کسی بھی بزرگ یا شیخ کو حلت و حرمت کے اختیارات سونپ دے یعنی کسی چیز کو اس کے کہنے پر حلال جانے اگرچہ اسے اللہ تعالی نے حرام کیا ہو اور کسی چیز کو اس کے حرام کہنے پر حرام جانے اگرچہ اسے اللہ تعالی نے حلال کیا ہو تو یہی اسے خدا بنانا اور خدائی اختیارات سونپنا ہے۔قران مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاری کے متعلق فرمایا

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭسُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ 19

"انہوں نے اللہ تعالی کی بجائے اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔انہیں خدا کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اس م کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان کی مشرکانہ باتوں سے بالکل پاک ہے"

اس آیت سے واضح ہے کہ یہود و نصاری کو حکم تو صرف اللہ تعالی کی عبادت کا دیا گیا تھا لیکن انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنالیا تھا یہاں خدا بنانے سے مراد

اطاعوهم فی معصیة اللّٰه 20

"وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کر کے بھی ان کی بات مانتے تھے۔"

حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔میرے گلے میں سونے کی بنی ہوئی سلیب لٹک رہی تھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے عدی اپنے سے یہ بات بت اتار دو، میں نے سلیب اتار دی اور بالکل آپ ﷺ کے قریب ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی آیت کی تلاوت فرما رہے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالی کی بجائے اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنالیا تھا تو میں نے عرض کی کہ ہم نے انہیں کیسے خدا بنالیا تھا جب کہ

لا نعبدهم فقال الیس یحرمون ما احل الله فتحرمونه و یحلون ما حرم الله فتستحلونه پال پلت بلی قال فتلک عبادتهم21

"ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ جس کسی ایسی چیز کو حرام قرار دیتے جو اللہ تعالی نے حلال کی تھی اور پھر تم اسے حرام ہی سمجھتے تھے اور وہ کسی ایسی چیز کو حلال ٹھہرا دیتے جسے اللہ تعالی نے حرام قرار دیا تھا اور تم اسے حلال ہی سمجھتے تھے؟ تو میں نے عرض کی کیوں نہیں ایسا ہی تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی ان کی عبادت کرنا ہے"

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے کہ کسی کو حلت و حرمت کا مالک سمجھ لینا دراصل اسے خدا بنالینا ہی ہے اور

مدعیان تصوف اگر سیرت کے اس پہلو سے رہنمائی لیتے ہوئے خدائی منصب چھوڑ کر بندگی کا راستہ اختیار نہیں کریں گے تو خود بھی گمراہ ہوتے رہیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے رہیں گے اور راہ ہدایت کی راہ میں اپنے لیے بہت سے مسائل پیدا کرتے رہیں گے۔

5۔ معاصر مدعیان تصوف میں احساس ذمہ داری کا فقدان

کسی بھی انسان میں اگر کوئی کمی پائی جائے تو اسے دور کرنے کا پہلا مرحلہ اپنی اس کمی کا احساس ہوتا ہے۔ اگر اپنی غلطی کا احساس ہی نہ ہو تو اصلاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک دانشور نے کہا تھا کہ اس اندھے کو راستہ کون دکھائے گا جو قدم قدم پر ٹھوکریں تو کھاتا ہے لیکن اپنے آپ کو اندھا ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

مدعیان تصوف کا ایک بنیادی مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے منصب کی حساسیت اور نزاکتوں کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ وہ بیٹھے تو مقربین الٰہی کے مسند پر ہوتے ہیں لیکن وہ اس حقیقت پر غور ہی نہیں کرتے کہ اس منصب پر بیٹھنے سے ہم پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم سجادہ نشین بن گئے، مریدوں کی تعداد پہلے سے بڑھ رہی ہے، فلاں مقابل کو ہم نے زیر کر دیا ہے، فلاں فلاں عہدے پر ہمارا مرید فائض ہو گیا ہے اور اب تو ہمیں فلاں فلاں ذریعے سے بھی اقتدار کے ایوانوں تک رسائی مل گئی ہے۔ لہذا ہم بہت کامیاب جا رہے ہیں اور ہماری سجادہ نشینی کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اگر ہمارا کوئی مرید منشیات کا کام کرتا ہے تو کرتا رہے ہمیں تو نذرانہ باقاعدگی سے دیتا ہے، ہر حکم بجالاتا ہے، ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم اسے اس کام سے روکیں اور خواہ مخواہ اسے اپنے آپ سے دور کرنے کا خطرہ مول لیں۔ اگر نماز نہیں پڑھتے تو نہ پڑھیں، رشوت کھاتے ہیں تو کھائیں، پلاٹوں پر قبضہ کرتے ہیں تو کریں، شراب نوشی کرتے ہیں تو کرتے رہیں ہمیں کیا پڑی کہ ہم انہیں ان چیزوں سے منع کر کے خواہ مخواہ انہیں اپنے سے دور کرنے کا سبب پیدا کریں۔ وہ ہمارے تو وفادار ہیں، انہوں نے ہمارا حکم تو کبھی نہیں ٹالا، ہمیں تو نذرانہ باقاعدگی سے دیتے ہیں اور ہمارے ساتھ تو مکمل محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے ہم کامیاب جا رہے ہیں اور ہمیں کسی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ معاصر مدعیان تصوف کی یہی سوچ تمام تر بگاڑ کا بنیادی سبب ہے۔ انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے اس مسند پر بیٹھنے کا مقصد لوگوں کو اپنا وفادار بنانا نہیں بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفاؤں کا درس دینا ہے۔ ہمارا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر قابل احترام نہیں ہے۔ اگر کوئی ہمارا مرید کبھی ہماری بات نہ مانے تو اس وقت اس کے متعلق ہمارے جو تاثرات ہوتے ہیں؟ جب وہ احکامات الٰہی کی مخالفت کرے تو اس وقت ہمارے تاثرات اس سے بھی شدید ہونے چاہییں کیونکہ خدا کا حکم ہمارے حکم سے بہت ہی مقدس ہے۔

واضح رہے کہ علماء ہوں یا مشائخ سب کی اصل ذمہ داری لوگوں کو خیر کی تلقین کرنا اور انہیں شر سے روکنا ہے۔ زمینی

حقیقت یہ ہے کہ آج کل لوگ اپنے مشائخ کی بات کو جو اہمیت دیتے ہیں وہ کسی اور کی بات کو نہیں دیتے۔ وہ علماء کی بات کی تصدیق بھی اپنے مشائخ سے کراتے ہیں۔ علماء جتنے بھی
جید عالم ہوں اور مشائخ کی علمی حالت جیسی بھی ہو اگر کسی کا شیخ کسی بات کا انکار کر دے تو وہ اسے قطعا نہیں مانے گا اگرچہ علماء اس پر جتنے بھی عقلی و نقلی دلائل دیتے رہیں۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ دور میں سب سے بڑھ کر لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنے کی ذمہ داری مشائخ کی ہے کیونکہ ہر بندہ اپنی حیثیت کے مطابق جواب دہ ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں چونکہ سب سے بڑھ کر بات انہی کی مانی جاتی ہے لہذا سب سے زیادہ ذمہ داری بھی انہی پر عائد ہوتی ہے۔ قران کریم میں یہود و نصاری کے متعلق فرمایا گیا:

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۔22

"اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ وہ گناہ، سرکشی اور حرام خوری میں بہت جلدی کرتے ہیں اور ان کی یہ حرکتیں بہت بری ہیں تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ان کے علماء اور مشائخ انہیں گناہ کی باتوں اور حرام خوری سے روکتے ان کا یہ رویہ بہت ہی برا ہے"

قران کریم کی ان آیات سے واضح ہے کہ لوگوں کو گناہ اور سرکشی سے روکنا علماء اور مشائخ کی اصل ذمہ داری ہے۔ کسی قوم کا گناہ اور سرکشی میں آگے بڑھتے جانا اس چیز کی علامت ہے کہ ان کے علماء و مشائخ نے اپنا فرض منصبی ادا نہیں کیا۔ نتائج اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہیں انسان کوشش کا مکلف ہے، نتائج کا نہیں۔ جو علمائے کرام اور مشائخ عظام اپنے فرائض سر انجام دے رہے ہیں ان کا وجود دنیا کے لیے اللہ تعالی کی نعمت عظمی ہے۔ وہی زمین کا نمک، پہاڑی کا چراغ اور بیابان کی شب تاریک میں قندیل رہبانی ہیں۔ لیکن جو اس ذمہ داری کو بھلا کر، اس روپ میں اپنے مفادات سمیٹنے میں مگن ہیں، وہی علمائے سوء اور جھوٹے مدعیان تصوف ہیں۔ یہی لوگ اپنی دنیاداری کے لیے اپنے آپ کو بھی تباہ کر رہے ہیں اور دوسروں کو بھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا

یا ایھا الناس انما ھلک من کان قبلکم برکوبھم المعاصی ولم ینھھم الربانیون والاحبار فلما تمادوا بالمعاصی اخذتھم العقوبات فمروا بالمعروف وانھوا عن المنکر قبل ان ینزل علیکم مثل الذی نزل بھم واعلموا ان الامر بالمعروف والنھی عن المنکر لا یقطع رزقا ولا یقرب اجلا23

"اے لوگو تم سے پہلے لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے اور ان کے علماء و مشائخ نے انہیں برائیوں سے نہیں روکا جب وہ سرکشی میں آگے ہی بڑھتے گئے تو وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے تو تم نیکی کا حکم دو اور برائیوں سے روکو، قبل اس کے کہ تم پر بھی انہی جیسا عذاب الٰہی نازل ہو جائے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا روزی کم کرتا ہے اور نہ ہی موت کو جلدی لاتا ہے"

لوگوں کی نبض اپنے مشائخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے ان پر سب سے زیادہ یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ انہیں نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں ورنہ وہ اپنی ذمہ داری ادا نہ کرنے کے مجرم ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا کہ اگر ایسے لوگ اپنی یہ ذمہ داری ادا نہ کریں گے تو موت سے پہلے ہی یہ لوگ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں گے۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ما من رجل يكون فى قوم يعمل فيهم بالمعاصى يقدرون ان يغيروا عليه فلا يغيرون الا اصابهم الله بعقاب قبل ان يموتو24

"جو بھی انسان کسی ایسی قوم میں ہو جس میں گناہوں کا ارتکاب کیا جا رہا ہو۔ ایسے انسان اس چیز کو بدلنے کی طاقت رکھیں اور پھر نہ بدلیں تو اللہ تعالیٰ ان کی موت سے پہلے انہیں بھی عذاب میں گرفتار کر دے گا"

یہ مقام سب کے لیے اور خصوصاً گدی نشین مدعیان تصوف کے لیے بہت ہی قابل غور ہے کہ اگر انہوں نے اپنی گدی نشینی کے اصل مقصد کو پورا نہ کیا اور لوگوں کو خیر کا حکم نہ دیا، انہیں برائی سے منع نہ کیا اور لوگوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ ان کے رب سے استوار نہ کیا بلکہ انہوں نے اس مقدس منصب کو اپنی مادی خواہشات اور مفادات کے حصول کا ذریعہ ہی بنائے رکھا تو وہ لوگوں کو تو تباہ کریں گے ہی لیکن موت سے پہلے وہ خود بھی عذاب الٰہی میں ضرور گرفتار ہوں گے۔ وہ عذاب نافرمان اولاد کی شکل میں آئے، اضطراب قلبی کی صورت میں آئے یا کسی اور صورت میں۔ ان کے منصب کی نزاکت نے ان کی ذمہ داری بہت بڑھا دی ہے۔ چونکہ لوگ ان کی بات سب سے زیادہ مانتے ہیں اس لیے سب سے زیادہ ذمہ داری بھی انہی پر عائد ہوتی ہے۔ اگر انہیں اپنی خواہشات اور مفادات کی فکر تو رہی لیکن لوگوں کو راہ نجات دکھانا اور انہیں برائیوں سے روکنا ان کے شیڈول کا حصہ ہی نہ رہا تو وہ اپنا ناقابل تلافی نقصان کریں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من رای من کم فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فقلبه وذالک اضعف الايمان25

"جو کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیے اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو اسے اپنی زبان سے بدلے اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو اسے اپنے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے".

معاصر مدعیان تصوف ٹھنڈے دل سے تصور فرمائیں کہ اگر ان کا کوئی مرید ان کی کوئی بات نہ مانے تو وہ اسے جس طرح عار دلا کے اپنی ناراضی کا اظہار کرتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی کرنے پر بھی وہ اپنے مریدوں سے اسی خفگی کا اظہار کرتے ہیں؟ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ان کے اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ وہ اپنی اصل ذمہ داری کا احساس کریں اور سمجھیں کہ ان کی اصل ذمہ داری مریدوں سے مادی مفادات کا حصول نہیں بلکہ انہیں گناہوں سے بچا کر نیکی کی راہوں پر گامزن کرنا ہے۔ان کے سامنے اپنے آپ کو خدا اور رسول کی حیثیت سے پیش کرنا نہیں بلکہ انہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار بنانا ہے۔

سفارشات

1۔ غیر مشروط اطاعت اللہ تعالی اور رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی نہیں کی جائے گی

2۔ معاصر مدعیان تصوف، علماء ومشائخ کی توجہات کا اصل مرکز محکمات ہوں تشابہات نہیں۔

3۔ پیروی حکم کی جائے اپنے مخصوص ذوق کی نہیں۔

4۔ حلت وتو حرمت کا اختیار صرف اللہ تعالی کے پاس ہے کسی اور کو اس منصب پر فیض کرنا اسے خدائی اختیارات سونپنا ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

5۔ ارباب تصوف علماء ومشائخ کی اصل ذمہ داری بندوں کو برائی سے بچانا اور نیکی کی تلقین کرنا ہے۔ ہر معاملہ میں سیرت کی رہنمائی ہی اصل رہنمائی ہے اس کے مقابلے میں سب گمراہی ہے۔

6۔ سجادہ نشینی کا مقصد صرف مریدوں کی تعداد بڑھنا، مقابل کو زیر کرنا، فلاں فلاں عہدے پر مرید کو فائض کرانا اور ایوان اقتدار تک کی رسائی کے ذرائع بڑھانا نہیں بلکہ مشائخ کی اصل ذمہ داری لوگوں کو خیر کی تلقین کرنا اور انہیں شر سے روکنا ہے ۔

Refernces

[1] . Kashful Mahjoob, Ali Bin Usman Hajweri, P#27
[2] . Alrisaktul Qasheeriyyah, Abdul Kareem Bin Hawazin Qasheeri, P#262, Darul Mu'arfah, Beiruit

[3].https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AA%D8%B5%D9%88%D9%81_%D9%84%D8%BA%D9%88%DB%8C_%D9%85%D8%A8%D8%A7%D8%AD%D8%AB
[4] . Tazkaratul Awliya, Fareed ul Deen Attar, P#08
[5] . Alrissaltul Qasheeriya,
[6] . Mota Imam Malik, Imam Malik Bin, H#1874, mw'assturissalh
[7] . Musnad Abi Ya'la, Imam Abu Ya'la, J#4, P#90, H#2119, Darulmamoon, Damishq
[8] . Sahih Bukhari, Imam Bukhari, H#7280
[9] . Do, H#7281
[10] . Sharah Sunnah, Imam Baghwi, j#1, P#194
[11] . Alabantul Kubra, Imam Ibne Battah, J#4, P#308, H#1983, Daul Raya, Alriyad
[12] . Quran 3:7
[13] . Sunan Tirmazi, Muhammad Bin Eisa Tirmazi, H#2924
[14] . Sahih Muslim. Imam Muslim, H#07
[15] . Ashatul liMa'at, Abdul Haq Muhadis Dehlwi, J#1, P#444
[16] . Sahih Bukhari, Imam Bukhari, H#5063
[17] . DO, H#6101
[18] . Al Mu'jamul Kabeer, Imam Tibrani, J#6, P#320, H#6571, Darul Haramain, AlQahira
[19] . Quran 09:31
[20] . Tafseer Mazhari, Qazi Sanaullah Mazhari, J#3, P# 198, Maktaba Rasheediyyah, Koita
[21] . Sunan u Kubra, Imam Baheqi, J#10, P#198, H# 20350, darulkutub Ilmiah, Beiruit
[22] . Quran 5:62,63
[23] . Tafseerul Quranul Azeem, Ammad ul Deen, Ibn e Kaseer, J#2, P#71, DarulHadees, AlQahirah
[24] . Al Mujamul Kabeer, Imam Tibrani, H#2383
[25] . Sunan Tirmazi, Imam Tirmazi, H# 2172